سبق ۱۶

فقیرانہ آئے، صدا کر چلے (غزل)

www.ilmkidunya.com

شاعر کا تعارف: میر تقی میر (۱۷۲۳ء-۱۸۱۰ء)

اصل نام میر محمد تقی تھا اور میر تخلص کرتے تھے۔ جائے ولادت اکبر آباد (آگرہ، انڈیا) ہے۔ والد گرامی کا نام میر علی متقی تھا جو ایک درویش منش، متقی صالح اور شب بیدار صوفی تھے۔ اگر چہ والد کا سایہ اُس وقت ہی سر سے اُٹھ گیا تھا جب میر کی عمر فقط گیارہ سال تھی مگر اُن کی باتیں عمر بھر دل پر نقش رہیں۔ میر اپنی خودنوشت ''ذکرِ میر'' میں ایک جگہ لکھتے ہیں کہ ایک دن اُنھوں نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''اے بیٹے! عشق اختیار کر کیوں کہ بے عشق زندگی وبال ہے۔ دنیا میں جو کچھ ہے، عشق کا مظہر ہے۔ کائنات کی سب چیزیں عشق میں سرگرداں ہیں۔ دُنیا ایک ہنگامے سے کچھ زیادہ نہیں۔ کسی ایسے کا عاشق بن، جس کا یہ دنیا آئینہ ہے۔''

چناں چہ میر کی ساری عمر عشق سے عبارت ہے اور عشق میں درد و غم اور ہجر و فراق سے واسطہ پڑنا ایک لازمی امر ہے۔ والد کے انتقال کے ساتھ ہی میر کی پریشانیوں کا آغاز ہو گیا۔ تلاشِ معاش کی فکر اُنھیں آگرے سے دلی لے آئی۔ پہلے ایک نواب کے ہاں ملازم ہوئے، پھر اپنے ماموں سراج الدین خان آرزو کے زیرِ دست رہے اور اُن کی بدسلوکی کی وجہ سے دل برداشتہ ہو گئے۔ یہ وہ زمانہ ہے جب نادر شاہ، احمد شاہ ابدالی، مرہٹوں اور سکھوں کے تابڑ توڑ حملوں نے دلی کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا تھا اور لوگ ترکِ سکونت اور ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے تھے، چناں چہ میر تقی میر بھی عاجز آ کر ساٹھ سال کی عمر میں لکھنؤ چلے گئے اور زندگی کے باقی ایام وہیں گزار کر راہیِ ملکِ عدم ہوئے۔ چناں چہ ان حالات کے زیرِ اثر میر کا کلام بھی درد و سوز سے لبریز ہے۔

میر کو غزل کا بادشاہ کہا جاتا ہے۔ انھوں نے تقریباً ہر صنفِ سخن میں طبع آزمائی کی ہے مگر ان کی شناخت غزل سے اور غزل کی شناخت ان سے ہے۔ انھوں نے غزل میں سادہ بیانی کو شعار بنایا اور اس میں وہ تاثر پیدا کیا کہ اردو کے عظیم شاعروں، ناسخ، شوق، غالب، حسرت، مجروح اور اکبر الہ آبادی جیسے نام ور شاعروں نے ان کی عظمت کو سلام اور انھیں اپنا استاد تسلیم کیا۔

میر کی زبان شستہ، سادہ اور پاکیزہ تھی۔ اُن کے بیان میں عاشقانہ مضامین اور سوز و گداز کی بہتات ہے۔ تصوف کے مضامین بھی موجود ہیں جو اُن کے عہد کی سیاسی و معاشرتی حالات کی عکاسی کرتے ہیں۔ شاملِ کتاب غزل ان میں سے ایک ہے۔

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
فقیرانہ	فقیروں کی طرح	صدا کرنا	آواز دینا، دعا کرنا
عہدِ وفا	وفا کا وعدہ پورا کرنا	شفا	تندرستی، صحت یابی
تقدیر	قسمت، مقدر	مقدور	جہاں تک ممکن ہو سکے
بے خود کرنا	مدہوش کرنا، خود سے بے گانہ کرنا	جدا	الگ، علیحدہ
حقِ بندگی	غلام ہونے کا حق، عبادت کا حق	جبیں	ماتھا، پیشانی
غمِ دوستاں	دوستوں کے دُکھ درد	داغ	زخم، پھپھولے

اشعار کی تشریح

شعر 1:

فقیرانہ آئے، صدا کر چلے
میاں خوش رہو، ہم دُعا کر چلے

تشریح: میر تقی میر کی شاعری میں سوز و گداز اور درد کی بہتات ہے۔ اُن کی شاعری میں اُن کے عہد کے سیاسی اور معاشرتی حالات کی عکاسی ملتی ہے۔ تصوف کا رنگ بھی جھلکتا ہے۔ اس شعر میں میر کہتے ہیں کہ ہم اس دنیا میں فقیروں کی طرح آئے۔ تیرے دَر پر آ کر صدا لگائی۔ دل کیا تو کسی نے یہاں سے جھولی میں کچھ ڈال دیا۔ نہیں! تو ہم نے سب کو خوش رہنے کی دُعا دی۔ فقیر کا کام ہی سب کو دُعا دینا ہوتا ہے۔ میر کہتے ہیں کہ کسی نے ہماری حاجت پوری کی اور کسی نے نہیں کی۔ کسی قدر دان نے اچھا سلوک کیا اور کسی نے دُھتکار دیا مگر ہم نے بد دعا نہیں کی کیوں کہ فقیرانہ مزاج کے لوگ ہر لالچ سے بے نیاز ہوتے ہیں۔ میر اپنے بارے میں کہتے ہیں کہ مَیں دنیاوی ہر لالچ جس میں عہدہ اور مقام و مرتبہ وغیرہ ہو کسی چیز کی طلب نہیں رکھتا۔ میں نے محتاجی اور فاقہ مستی میں بھی صبر سے کام لیا۔ میں نے اپنے رب کی خوش نودی کے لیے ہر ایک کو دعائیں دی کہ مجھے اللہ کا قرب حاصل ہو سکے۔

شعر 2:

جو تجھ بن نہ جینے کو کہتے تھے ہم
سو اس عہد کو اب وفا کر چلے

تشریح: اس شعر میں میر تقی میر اپنے محبوب سے وفاداری کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اے میرے محبوب! مَیں نے تم سے محبت کی تھی اور تمھارے وصل کی خواہش میرے سینے میں موجزن تھی۔ میں نے عہد کیا تھا کہ ہمیشہ تمھارے ساتھ جیوں گا اور تمھارے بغیر زندہ نہیں رہوں گا۔ میری شدید محبت کے صلے میں تم نے بدلے میں مجھ سے بے وفائی کر کے تعلق توڑ دیا۔ ہم نے تمھارے وصل کی بہت سی کوششیں کیں مگر مدعا حاصل نہ ہو سکا۔ میں نے تو تم ہی کو چاہا تھا اور کہا تھا کہ تمھارے بغیر میں زندہ نہیں رہوں گا۔ تمھیں چاہیے تھا کہ تم میرے اس جذبے کو سراہتے مگر تم نے پروا تک نہ کی۔ اب تمھارے بغیر میری زندگی بے رونق اور اداس ہے۔ میں تمھارے بغیر جی نہیں سکتا لہٰذا اب میں موت کو گلے لگا کر اس دنیا سے جا رہا ہوں کہ اب میرے زندہ رہنے کا کوئی جواز نہیں۔ میں اپنے عہد کو پورا کر کے اپنی وفا کا ثبوت چھوڑے جا رہا ہوں۔

شعر 3:

شفا اپنی تقدیر ہی میں نہ تھی
کہ مقدور تک تو دوا کر چلے

تشریح: اس شعر میں میر اپنی بیماری کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں مریضِ عشق ہوں میرا کسی چیز میں جی نہیں لگتا۔ نہ کچھ کھانے کو جی کرتا ہے اور نہ کچھ پینے کو۔ نہ کہیں جانا اچھا لگتا ہے اور نہ کسی سے ملنا۔ بس ہر وقت محبوب کے تصور میں کھویا سا رہتا ہوں۔ میرے دوستوں نے میرے علاج کے لیے بہتیرے ہاتھ پاؤں مارے مگر کچھ افاقہ نہ ہوا۔ میں نے خود بھی اپنے اس مرض سے چھٹکارا پانے کے لیے بہت کچھ کیا مگر لگتا ہے شفا ہمارے نصیب میں ہی نہیں۔ میں نے تمھارے عشق میں کیا کچھ نہیں کیا مگر جواب میں تمھاری محبت نہ ملی۔ میں نے حتی الامکان اس مرض کے علاج کے لیے ہر طور لاکھوں جتن کیے مگر اب تو ایسا نظر آتا ہے کہ میرے مقدر میں شفا ہے ہی نہیں۔ اب دیکھیں آگے کیا ہوتا ہے۔

شعر 4:

دکھائی دیے یوں کہ بے خود کیا
ہمیں آپ سے بھی جدا کر چلے

تشریح: اس شعر میں میر کہتے ہیں کہ اپنے محبوب کی ایک جھلک دیکھنے کو ہم بے تاب و بے قرار تھے اور جیسے ہی محبوب کا دیدار ہوا تو ہم اس کے حسن و جمال کی تاب نہ لا سکے۔ ہم اس کی ہستی کے ایسے گرویدہ ہوئے کہ خود اپنے آپ سے بھی جدا ہو گئے۔ غور کیا جائے تو اس شعر میں ایک حقیقی رنگ بھی نظر آتا ہے۔ جب شاعر کو اللہ کی معرفت حاصل ہوئی تو عشقِ حقیقی کے رنگ میں ایسا ڈوبا کہ دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو گیا۔ اللہ ہی اس کائنات کا خالق ہے اور

www.ilmkidunya.com

محور و مرکز ہے۔ اللہ جمیل بھی ہے اور مصور بھی۔ جب اللہ کا دیدار ہو جائے تو کسی کی بھی خبر نہیں رہتی۔ اللہ کے نور سے ہوش و حواس بھک سے اُڑ جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے لاڈلے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب کوہِ طور پر اللہ کی تجلی نظر آئی تو وہ اُس کی تاب نہ لا سکے اور بے ہوش ہو گئے۔ ان کی اپنی ذات بھی اپنی نہ رہی ربّ تعالیٰ کی ہو گئی۔

شعر 5:

جبیں سجدہ کرتے ہی کرتے گئی
حقِ بندگی ہم ادا کر چلے

تشریح: میر تقی میر کا یہ رنگ خالص اللہ کی محبت میں ڈوبا ہوا ہے۔ میر کہتے ہیں کہ اللہ نے انسان کو بے پایاں نعمتیں عطا کی ہیں۔ اسے سب سے خوب صورت چیز عقل عطا کی ہے اور بے انتہا عنایتوں کی بارش کی ہے۔ اب ان نعمتوں اور مہربانیوں کا تقاضا ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کا ہر لمحہ شکر بجا لائے۔ اس کا شکر گزار بندہ بنے۔ میر کہتے ہیں کہ مجھ پر جو تیری عنایتیں ہیں میں ان کے شکرانے کے لیے تیرے حضور سجدہ ریز ہوتا ہوں۔ تیری نعمتیں مجھ ناچیز پر اس قدر زیادہ ہیں کہ میری جبیں بس تجھے سجدہ کرتے ہی کرتے جاتی ہے اور مجھے لگتا ہے کہ میں حقِ بندگی ادا کر چکا ہوں۔ مگر انسان میں کہاں اتنی سکت کہ وہ تیری بندگی کا حق ادا کر سکے۔ کیوں کہ رب کریم تو سراپا عطا ہی عطا ہے۔ وہ تو اپنے منکروں تک کو اپنی نعمتوں سے نوازتا ہے۔ ہم تو تیرے نام لیوا ہیں مگر ہم عبادت کے باوجود تیری بندگی کا حق ادا نہیں کر سکتے۔ مگر پھر بھی شاعر کے دل میں اللہ کی محبت اتنی زیادہ ہے کہ اُسے لگتا ہے شاید وہ حق ادا ہو جائے گا۔

شعر 6:

نہ دیکھا غمِ دوستاں، شکر ہے
ہمیں داغ اپنا دکھا کر چلے

تشریح: اس شعر میں میر کہتے ہیں کہ شکر ہے کہ ہم نے اپنے دوستوں کا کوئی غم نہیں دیکھا بلکہ ہم نے ہی اپنے دکھ درد انھیں سنائے۔ میر چوں کہ درد اور رنج والم کے شاعر بھی کہلاتے ہیں۔ ان کی شاعری میں کہیں غمِ دوراں تو کہیں غمِ جاناں کے رنگ دکھائی دیتے ہیں۔ میر نے ملک کی سیاسی ابتری کے حالات بھی دیکھے اور خانہ جنگی بھی۔ ان کے گھریلو حالات تنگ دستی کا شکار رہے۔ سوتیلے بھائیوں کا ناروا سلوک، جوان بیٹی کی موت الغرض بہت سے دکھ اُٹھائے۔ مگر پھر بھی وہ کہتے ہیں کہ میں نے تو رنج والم اور دکھ درد اُٹھائے ہیں۔ مگر میں خوش ہوں کہ میرے دوستوں نے ایسے بُرے دن نہیں دیکھے۔ میرے دوست ایک اچھی اور آسودہ زندگی بسر کرتے رہے۔ شاید اگر میرے دوستوں میں سے کسی کو اتنے دکھ جھیلنے پڑتے تو مجھ سے برداشت نہ ہوتا۔ میں نے اپنی جان پر پڑے دکھوں اور مشکلوں کو تو کاٹ لیا مگر میں ان کے دکھ سن بھی نہ سکتا۔

شعر 7:

کہیں کیا جو پوچھے کوئی ہم سے میرؔ
جہاں میں تم آئے تھے، کیا کر چلے

تشریح: میر اس شعر میں زندگی کا نچوڑ بتاتے ہوئے درس دے رہے ہیں کہ اللہ نے انسان کو دنیا میں خلیفہ بنا کر بھیجا ہے۔ اللہ نے اپنے بندوں کو بے پایاں صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ اب انسان کو چاہیے کہ اپنا مقصدِ حیات تلاش کرے۔ دراصل وہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ انسان زندگی میں آرام و آسائش پا کر اپنے جینے کا مقصد سرے سے بھلا بیٹھتا ہے۔ وہ دنیا کی رونقوں اور رنگینیوں میں کھو جاتا ہے۔ بہت سا وقت بے کار باتوں میں گزار دیتا ہے۔ اس شعر میں میر اپنے آپ سے مخاطب ہیں۔ کہتے ہیں اے میر! تُو نے دنیا میں آ کر کیا کیا؟ کیا کمایا؟ پوری زندگی تم نے اپنا کوئی ڈھنگ کا مقصد نہ بنایا۔ اپنے فرائض احسن طریقے سے پورے نہ کیے۔ عیش و عشرت اور شعر و شاعری میں پڑے رہے اور اب تمھاری عمر کی نقدی ختم ہونے کو ہے تو تم کفِ افسوس مل رہے ہو۔ جب رب تعالیٰ تم سے پوچھے گا کہ تم نے دنیا سے کیا کمایا؟ کون سے نیک اعمال کیے تب تم سے کوئی جواب نہ بن پڑے گا۔ ابھی بھی وقت ہے کچھ اچھے کام کر لو تا کہ خدا کو منہ دکھا سکو۔

www.ilmkidunya.com

مشق

۱۔ میرؔ کی شاملِ کتاب غزل کے متن کے پیشِ نظر مختصر جواب لکھیں۔

(الف) شاعر نے فقیرانہ انداز میں کن لفظوں میں دُعا کی ہے؟

جواب: شاعر نے فقیرانہ انداز میں سب کو خوش رہنے کی دُعا کی ہے۔ جیسے فقیر کہتے ہیں: "سب کا بھلا اور سب کی خیر"۔

(ب) شاعر نے اپنے کس عہد کو وفا کہا ہے؟

جواب: شاعر نے اپنے محبوب کے بغیر زندہ نہ رہنے کا عہد کیا تھا اور اسے ہی وفا کرنا یعنی نبھانے کا کہہ رہا ہے۔

(ج) شاعر کو مقدور تک دوا کرنے کے باوجود شفا کیوں نہ ملی؟

جواب: شاعر نے مقدور تک اپنے مرض کی دوا کی مگر اُسے کہیں سے بھی شفا نہ ملی تب تھک ہار کر اُس نے کہا کہ لگتا ہے اس کے مقدر میں شفا ہے ہی نہیں۔

(د) شاعر کے نزدیک حقِ بندگی کس طرح ادا ہوا ہے؟

جواب: شاعر کے نزدیک خدا کا حقِ بندگی تو ادا ہو ہی نہیں سکتا کیوں کہ رب کی رحمتیں اور نعمتیں بیش بہا ہیں۔ پھر بھی اسے لگتا ہے کہ لمبے لمبے سجدوں سے حقِ بندگی ادا ہوتا ہے۔

(ہ) شاعر نے کس بات کا شکر ادا کیا ہے؟

جواب: شاعر نے اپنی اس غزل میں اس بات کا شکر ادا کیا ہے کہ اسے اپنے دوستوں کے کسی طرح کے دُکھ اور غم دیکھنے نہیں پڑے۔

۲۔ میرؔ کی شاملِ کتاب غزل کے متن کے پیشِ نظر مصرعے مکمل کریں۔

(الف) ________ اپنی تقدیر ہی میں نہ تھی

(ب) دکھائی دیے یوں کہ ________ کیا

(ج) جبیں ________ کرتے ہی کرتے گئی

(د) ________ ہم ادا کر چلے

(ہ) نہ دیکھا ________ شکر ہے

جواب

(الف)	شفا	(ب)	بے خود	(ج)	سجدہ	(د)	حقِ بندگی	(ہ)	غمِ دوستاں

۳۔ مطلع اور مقطع کسے کہتے ہیں؟ میرؔ کی اس غزل سے مثالیں دیں۔

جواب: **مطلع:** غزل کا پہلا شعر مطلع کہلاتا ہے اور مطلع کے دونوں مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں۔ جیسے کہ میرؔ کی شاملِ کتاب غزل کا پہلا شعر:

مثال:

فقیرانہ آئے صدا کر چلے
میاں خوش رہو ہم دُعا کر چلے

مقطع: غزل کے آخری شعر کو مقطع کہتے ہیں جو حاصلِ غزل کہلاتا ہے۔ شاعر اس میں اپنا تخلص استعمال کرتا ہے۔ جیسے کہ میرؔ کی شاملِ کتاب غزل کا آخری شعر:

مثال:

کیا کہیں جو پوچھے کوئی ہم سے میرؔ
جہاں میں تم آئے تھے کیا کر چلے

www.ilmkidunya.com

۴۔ قافیہ کسے کہتے ہیں اور ردیف کیا ہوتی ہے؟ اس غزل میں قافیے اور ردیف کی نشان دہی کریں۔

جواب: **قافیہ:** ہم آواز الفاظ کو قافیہ کہتے ہیں۔ مثلاً دعا، صدا، جدا، ادا، دوا، دکھا، کیا

ردیف: غزل کے ہر شعر کے آخر میں دہرائے جانے والے الفاظ کو ردیف کہتے ہیں۔ مثلاً: کر چلے

۵۔ درج ذیل الفاظ کو اپنے جملوں میں اس طرح استعمال کریں کہ اُن کی تذکیر و تانیث واضح ہو جائے۔

صدا عہد تقدیر شفا جبیں سجدہ غمِ دوستاں داغ

جواب:

الفاظ	جملے
صدا	فقیر گلی میں صدا لگا رہا تھا۔
عہد	اکبر بادشاہ کا عہد بہت شان دار تھا۔
تقدیر	تقدیر لکھنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے۔
شفا	شفا تو صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتی ہے۔
جبیں	مہ جبیں کتنا خوب صورت نام ہے۔
سجدہ	ہم صرف ربّ کے حضور سجدہ ریز ہوتے ہیں۔
غمِ دوستاں	ہر انسان میں غمِ دوستاں سہنے کا حوصلہ نہیں ہوتا۔
داغ	میرے دل پر دُکھ کے بے شمار داغ ہیں۔

سرگرمیاں:

- کوئی خوش الحان طالب علم جماعت کے کمرے میں درست آہنگ کے ساتھ اس غزل کی بلند خوانی کرے۔
- تمام طلبہ میرؔ کی اس معروف غزل کو زبان یاد کریں۔
- طلبہ ''کلیاتِ غزلیاتِ میرؔ'' میں سے کوئی اور معروف غزل اپنی کاپی میں لکھیں اور دوستوں کو سنائیں۔

اشاراتِ تدریس:

- طلبہ کو غزل کی ہیئت ترکیبی کے بارے میں بتایا جائے اور اُن پر واضح کیا جائے کہ غزل کا ہر شعر جداگانہ معنی و مفہوم کا حامل ہوتا ہے۔
- اُردو غزل کے ابتدائی دور خصوصاً خواجہ میر درد اور میر و سودا کے دور کا ذکر کیا جائے۔
- طلبہ کو بتایا جائے کہ میرؔ کے بعد آنے والے کم و بیش تمام شاعروں نے میرؔ کی شاعرانہ عظمت کو تسلیم کیا ہے اور اس ضمن میں طلبہ کو استاد ابراہیم ذوق اور مرزا غالب کے یہ دو شعر لکھوائے جائیں۔

نہ ہوا، پر نہ ہوا، میرؔ کا انداز نصیب
ذوقؔ یاروں نے بہت زور غزل میں مارا

•

ریختے کے تُمھیں استاد نہیں ہو غالبؔ
کہتے ہیں اگلے زمانے میں کوئی میرؔ بھی تھا

www.ilmkidunya.com

اضافی معروضی سوالات

(1) شاعر دنیا میں کس طرح آیا؟

(الف) شاعرانہ (ب) دلبرانہ (ج) مخلصانہ (د) فقیرانہ ✓

(2) شاعر نے کس کو خوش رہنے کی دعا دی؟

(الف) دشمنوں کو (ب) مہمانوں کو (ج) سب کو ✓ (د) کسی کو نہیں

(3) شاعر کی تقدیر میں کیا نہیں تھا؟

(الف) جزا (ب) سزا (ج) وفا (د) شفا ✓

(4) کون حقِ بندگی ادا کر چلا:

(الف) فقیر (ب) شاعر ✓ (ج) ڈاکٹر (د) انجینئر

(5) اپنے آپ سے کون جدا ہو گیا؟

(الف) شاعر ✓ (ب) دوست (ج) احباب (د) مسافر

(6) اپنے دل کے داغ دکھا کر کون چلا گیا؟

(الف) میر تقی میرؔ ✓ (ب) حیدر علی آتشؔ (ج) دلاور فگارؔ (د) علامہ اقبالؒ

(7) میر تقی میرؔ نے کوئی غم نہ دیکھا:

(الف) اپنے خاندان کا (ب) اپنے پڑوسیوں کا (ج) اپنے دوستوں کا ✓ (د) اپنے زمانے کا

(8) شاعر کی جبیں کیا کرتی رہی؟

(الف) تکبر (ب) قیام (ج) رعونت (د) سجدہ ✓

(9) غزل کا پہلا شعر کہلاتا ہے:

(الف) مقطع (ب) مطلع ثانی (ج) ردیف (د) مطلع ✓

(10) غزل کا آخری شعر کہلاتا ہے:

(الف) مطلع (ب) مقطع ✓ (ج) مقطع آخرہ (د) حسن مقطع

جواب

(1)	(د)	(2)	(ج)	(3)	(د)	(4)	(ب)	(5)	(الف)
(6)	(الف)	(7)	(ج)	(8)	(د)	(9)	(د)	(10)	(ب)

www.ilmkidunya.com

اضافی مختصر سوالات

(1) میر تقی میرؔ کا اصل نام کیا تھا؟

جواب: میر تقی میرؔ کا اصل نام میر محمد تقی تھا۔ وہ میرؔ تخلص کرتے تھے۔

(2) میر تقی میرؔ کے والد کس قسم کے انسان تھے؟

جواب: میر تقی میرؔ میر علی تقی ایک درویش منش، عاشقِ صالح اور شب بیدار صوفی تھے۔

(3) میر تقی میرؔ کے والد نے ان سے کیا کہا تھا؟

جواب: ان کے والد نے کہا تھا: ''اے بیٹے عشق اختیار کر کیوں کے بے عشق زندگی وبال ہے۔ دنیا میں سب کچھ عشق کا مظہر ہے۔
دنیا فقط ایک ہنگامہ ہے اِس کا عاشق بن جس کا یہ آئینہ ہے''۔

(4) میرؔ کی ساری عمر کس سے عبادت ہے؟

جواب: میرؔ کی ساری عمر عشق سے عبادت ہے اور عشق میں درد و غم اور ہجر سے واسطہ پڑتا ہے۔

(5) کس چیز کی فکر میرؔ کو آگرے سے دلی لے آئی؟

جواب: تلاش معاش یعنی غمِ روزگار کے لیے میرؔ آگرے سے اُٹھ کر دلی آ گئے۔

(6) میرؔ کا کلام کس طرح کا ہے؟

جواب: میرؔ کا کلام درد اور سوز سے بھرا ہوا ہے۔

(7) غزل کا بادشاہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: میر تقی میرؔ ہی غزل کے بادشاہ کہلائے جاتے ہیں۔

(8) میرؔ کی شاعری کی زبان کس طرح کی ہے؟

جواب: میرؔ کی شاعری کی زبان شُستہ، سادہ اور پاکیزہ ہے۔

(9) میرؔ کے بیانیہ کے انداز میں کس چیز کی بہتات ملتی ہے؟

جواب: میرؔ کے بیانیہ کے انداز میں عاشقانہ مضامین اور سوز و گداز کی بہتات ملتی ہے۔

(10) میرؔ کی شاعری میں اور کس قسم کے مضامین ملتے ہیں؟

جواب: میرؔ کی شاعری میں تصوف کے مضامین بھی ملتے ہیں۔ اس کے علاوہ ان کے عہد کی سیاسی اور معاشرتی حالات کی عکاسی بھی پائی جاتی ہے۔

(11) میر تقی میرؔ نے اس غزل میں کس کو اور کیا دعا دی ہے؟

جواب: میر تقی میرؔ نے اس غزل میں سب کو ہی سدا خوش رہنے کی دُعا دی ہے۔

(12) میرؔ نے عہدِ وفا کس کو کہا ہے؟

جواب: میرؔ نے عہدِ وفا وفاداری کو پورا کرنے کو کہا ہے۔

www.ilmkidunya.com
www.ilmkidunya.com
www.ilmkidunya.com

(13) میر تقی میر کی زندگی کیا چیز نہیں تھی؟

جواب: میر تقی میر خود کو مریضِ محبت سمجھتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان کی زندگی میں یا تقدیر میں شفا شاید ہے ہی نہیں۔

(14) کیا چیز میر تقی میر نے نہیں دیکھی؟

جواب: میر تقی میر نے اپنے دوستوں کا کوئی دُکھ اور غم نہیں دیکھا۔

(15) شاعر کس عہد کو پورا کر کے جا رہا ہے؟

جواب: شاعر نے اپنے محبوب کے بغیر جینے کا وعدہ کیا تھا۔ جب محبوب ہی اسے نہیں ملا تو وہ اس دنیا سے جا رہا ہے۔

(16) شاعر خود سے کیسے جُدا ہو گیا؟

جواب: اپنے محبوب کو دیکھنے کے بعد وہ اس کے حُسن کی تاب نہ لا سکا اور اپنے آپ سے ہی جُدا ہو گیا۔

(17) آخری شعر میں میر تقی میر نے کیا کہا ہے؟

جواب: آخری شعر میں میر تقی میر نے اپنے ہی بارے میں کہا ہے کہ وہ اس دنیا میں کوئی خاص کام نہیں کر سکے اور یونہی خالی واپس جا رہے ہیں۔

(18) غزل کے پہلے شعر کو کیا کہتے ہیں؟

جواب: غزل کے پہلے شعر کو مطلع کہتے ہیں۔

(19) غزل کے آخری شعر کو کیا کہتے ہیں؟

جواب: غزل کے آخری شعر کو مقطع کہتے ہیں۔

www.ilmkidunya.com
www.ilmkidunya.com
www.ilmkidunya.com